مباحثہ ومکالمہ

ڈاکٹر محمد شہباز منج*

مباح الدم اور "جہادیوں" کا بیانیہ

مدینے پر حملے کے تناظر میں اہل علم میں ایک دفعہ پھر "جہادی ذہنیت" اور اس کے بیانیے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ محترم جناب ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب نے اپنی ایک تحریر میں اسے "سوچا سمجھا جنون" قرار دیتے ہوئے، "جنونی گروہ" کی "فقہ" کے اہم نکات بیان کیے ہیں۔ جناب ڈاکٹر مشتاق صاحب نے اس گروہ کے بیانیے کے جو نکات پیش فرمائے ہیں، وہ بالکل مبنی بر حقیقت ہیں۔ اس تحریر کو پڑھتے ہوئے راقم نے اس پر جناب زاہد صدیق مغل کا یہ تبصرہ دیکھا کہ: "اس تفصیل کے ساتھ یہ مقدمہ کس نے پیش کیا؟" تو دل چاہا کہ اپنی وہ تحریر پیش کی جائے جو ممتاز قادری کیس پر بحث کے دوران میں نے تحریر کی تھی، لیکن شائع نہیں ہوئی تھی۔ یہ تحریر "جہادیوں" کے مقدمے کو ان کے بنیادی استدلالات کے ساتھ بیان کرتی ہے؛ ان کی کتابوں اور تحریروں پر مبنی ہے؛ جناب مشتاق صاحب نے اپنی تحریر میں ان لوگوں کے مقدمے کا جو خلاصہ پیش کیا ہے، اس میں اس کے بہت سے دلائل اور ان کی بنیادیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ لیکن اس سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب مشتاق صاحب کی تحریر کا اقتباس پیش کر دیا جائے، اسے اور اس کے بعد میری تحریر دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ جناب مشتاق صاحب کی طرف سے "جنونی گروہ" کی "فقہ" کے ہم نکات اس گروہ کا فرضی بیانیہ نہیں، جس کی تفصیل کہیں ملتی نہ ہو یا اہل مقدمہ میں سے کسی نے بیان نہ کی ہو، بلکہ یہ نکات صد فی صد درست اور ان کے فکر کی صحیح ترجمانی ہیں۔ مشتاق صاحب کا کہنا ہے:

> ''اس سوچے سمجھے جنون کی فقہ کے کچھ نکات پر غور کریں۔ اس گروہ کے تصورات کچھ اس طرح ہیں: اس گروہ نے جن لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں، وہ مرتد ہیں؛ اس گروہ کے مخالفین کی حمایت کرنے والے سبھی لوگ، خواہ وہ فوج میں ہوں، پولیس میں ہوں، یا عام شہری ہوں، مرتد ہیں؛ اس گروہ کے مخالفین اور ان مخالفین کے حامیوں میں عاقل بالغ سبھی انسان مقاتلین ہیں، خواہ انھوں نے زندگی میں ایک بار بھی ہتھیار نہ اٹھایا ہو، یہاں تک کہ محض ٹیکس ادا کرنے سے بھی وہ مقاتلین بن جاتے ہیں، اور ٹیکس تو ٹافی خریدتے ہوئے بھی ادا کیا جاتا ہے، اس لیے میٹرک کا وہ طالب علم جو طبعی بلوغت کی عمر تک پہنچ چکا ہو، مقاتل ہے؛ جب مخالفین اور ان کے لیے ٹیکس ادا کرنے والے سبھی عاقل بالغ انسان مرتد اور مقاتل ہیں تو اس کے

* شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی آف سرگودھا۔ drshahbazuos@hotmail.com

بعد حملے کو صرف "فوجی ہدف" تک محدود رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ کسی بھی جگہ ان "نام نہاد شہریوں" پر، جو دراصل "مقاتلین" ہیں، حملہ کیا جاسکتا ہے؛ ہدف کے انتخاب میں صرف اور صرف "جنگی مصلحت" کو دیکھا جاتا ہے؛ کس ہدف پر کم سے کم وقت اور توانائی کے استعمال سے زیادہ سے زیادہ "جنگی فائدہ" اٹھایا جاسکتا ہے؟ فوجی کیمپ؟ چیک پوسٹ؟ سکول؟ مسجد؟ مخالفین، یا ان کے حامیوں، میں اگرچہ بعض "غیر مقاتلین" بھی ہیں، جیسے نابالغ بچے، لیکن ان کے والدین، یا مخالفین کے دیگر "عاقل بالغ مقاتلین" کو اذیت دینے، یا ان کا حوصلہ پست کرنے، کے لیے ان نابالغ بچوں کو بھی عمداً نشانہ بنایا جاسکتا ہے کیونکہ "یہ انھی میں سے ہیں!" مخالفین نے اگر اس گروہ کے بچوں کو نشانہ بنایا ہے تو پھر مخالفین، یا ان کے حامیوں، کے ان غیر مقاتلین بچوں کو نشانہ بنانے کے جواز کے لیے صرف "برابر کے بدلے" کا اصول ہی کافی ہے؛ ان کے ساتھ وہی کچھ، اور ویسا ہی کچھ، کرو جو انھوں نے تمھارے ساتھ، جس طرح، کیا ہے!

باقی رہیں مخالفین، یا ان کے حامیوں، کی عاقل بالغ عورتیں تو چونکہ وہ عاقل بالغ ہیں اور ٹیکس بھی ادا کرتی ہیں، نیز بعض دیگر کام بھی کرتی ہیں جن سے مخالفین کو کسی طور مدد ملتی ہے، اس لیے وہ بھی مقاتلین ہی ہیں اور ان کے ساتھ وہی کچھ کیا جاسکتا ہے جو مقاتلین کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ جنگ میں ہر وہ کام باعث اجر وثواب ہے جس سے مخالفین، یا ان کے حامیوں، کو اذیت ملتی ہے، یا ان کا حوصلہ پست ہوتا ہے، خواہ یہ کسی مقاتل عورت کو زندہ جلانا، یا کسی غیر مقاتل بچے کو ذبح کرنا، ہو؛ (اب اس میں اضافہ کریں: "یا مسجد نبوی پر حملہ کرنا ہو!" لعنھم اللہ!) خودکش حملہ کمزور فریق کا بہترین ہتھیار ہے؛ خودکش حملے کے خوف سے مخالفین تمھارے قریب نہیں آئیں گے اور تم زیادہ سے زیادہ آگے بڑھ کر ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہو؛ پھر چونکہ تم موت کے خوف سے نہیں، بلکہ اپنے لوگوں کے رازوں کی حفاظت، یا دشمن کو نقصان پہنچانے کی خاطر، اپنی جان کی قربانی دوگے، اس لیے یہ شہادت کی اعلیٰ وارفع قسم ہوگی؛ پس یہ سب کچھ کرنے کے بعد یہ آخری کام بھی کرگزرو تو جنت تمھاری ہے!''

قادری کیس میں مباح الدم والے فلسفے کے حوالے سے "جہادیوں" کا بیانیہ پیش کرتے ہوئے راقم الحروف نے عرض کیا تھا:

زیرنظر تناظر میں مسلمان کے مباح الدم ہوجانے کا فلسفہ، اس فلسفے سے کچھ مختلف نہیں، جو بعض لوگ غیر مسلم کے مباح الدم ہونے کے بارے میں پیش کرتے ہیں؛ اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں تمام غیر مسلموں کے قتل کے شرعاً جائز ہونے کا استدلال کرتے ہیں۔ اگر اِس مباح الدم کو ماننا ہے، تو پھر اُن کی بات بھی مانیے۔ وہ بھی قرآن وسنت اور فقہ سے اسی طرح دلائل لاتے ہیں۔ ان کے دلائل کا ایک خلاصہ ملاحظہ کیجیے؛ اور اندازہ فرمائیے کہ شریعت کا یہ طرزِ تعبیر اور نصوص وروایات اور علماے سلف کی آرا واجتہادات سے نتائج کے استنباط کا یہ انداز کتنا تباہ کن ہے!:

ہر حربی کافر ایک عام مسلمان کے لیے بھی مباح الدم ہوتا ہے، جس کو وہ بلاوجہ قتل کردے یا اس کا مال لوٹ لے تو بھی مسلمان پر کوئی مواخذہ نہیں؛ اور حربی صرف وہ نہیں ہوتا، جو مسلمانوں کے ساتھ براہِ راست جنگ کررہا ہو؛ بلکہ کفر کا

وصف ہی آدمی کو حربی بنا دیتا ہے؛ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وان كان كافرا حربيا فان محاربته اباحت قتله واخذ ماله واسترقاق امراته

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، ج32۔ص343)

"اور اگر کافر جنگ کرنے کے لائق ہو تو بلاشبہ اس کے جنگجو ہونے نے ہی اس کے قتل، اس کے مال لینے اور اس کی عورت کو لونڈی بنانے کو مباح کر دیا۔"

امام ابن نحاس نے المغنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ احمد بن حنبل سے کافروں کے ایک بحری جہاز سے متعلق پوچھا گیا جس کو روم کے بادشاہ نے روانہ کیا؛ پھر ہوا نے اسے "طرطوس" کی طرف پہنچا دیا، تو اہل طرسوس نے ان لوگوں کو قتل کر دیا؛ اور ان کے مال لوٹ لیے، تو امام صاحب نے کہا: یہ مسلمانوں کے لیے مالِ فے ہے جو انھیں اللہ نے عطا فرمایا۔ امام صاحب سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ اگر بعض لوگ راستہ کھو بیٹھیں، پھر مسلمانوں کی بستیوں میں سے کسی بستی میں جا پہنچیں؛ اور کوئی مسلمان انھیں پکڑ لے، تو کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: یہ بھی اس بستی کے لوگوں کا اجتماعی مال ہے؛ وہ اسے آپس میں تقسیم کر لیں۔ (مشارع الاشواق الی مصارع العشاق لابن نحاس، ص1054)

امام سرخسی فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: اگر کوئی آدمی دشمن کو پکڑے تو وہ اسے امام کے پاس لائے یا قتل کر دے؟ تو امام صاحب نے جواب دیا: دونوں میں سے جو بھی کرے، ٹھیک ہے؛ کیونکہ قیدی بنانے کی صورت میں کوئی چیز اس کے خون کے مباح ہونے کو ختم نہیں کرتی!؛ امام اس کو قتل کر سکتا ہے۔ سو قیدی بنانے والے کے لیے بھی اس کا قتل جائز ہے، جیسا کہ قیدی بنانے سے پہلے جائز تھا۔ جب امیہ بن خلف بدر کے روز قیدی بنانے کے بعد قتل کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے والے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ امام کے پاس لے جانا امام کے مقام ومرتبے کے لحاظ سے بہتر ہے؛ لیکن اسے قتل کرنا مشرکین پر شدت کے اظہار اور ان کی طاقت توڑنے کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسے چاہیے کہ دونوں میں سے جو چیز مسلمانوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو، اس کے مطابق عمل کرے۔ (المبسوط للسرخسی، ج12، ص337)

قرآن نے مومنین کو بہترین مخلوق قرار دیا اور کافروں کو بدترین مخلوق۔ (البینۃ:6-7) کافروں کو جانوروں سے بھی بدتر کہا گیا۔ (الاعراف:179) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یا اخوة القردة والخنازير (المستدرک للحاکم) "اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو!"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے موقعے پر، ابو جندل رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لے جانے والے، ان کے باپ کی طرف تلوار کا دستہ کرتے ہوئے کہا: ان دم الكافر عند الله كدم الكلب (فتح الوہاب، ج2، ص320) "بلاشبہ کافر کا خون، اللہ کے نزدیک کتے کے خون جیسا ہے۔"

نتیجہ ان سب حقائق کا یہ ہے کہ اس دنیا میں اُسی انسان کو جینے کا حق حاصل ہے جو کلمہ توحید، یعنی اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے، اسلام کے دائرے کے اندر آ جائے؛ جس نے یہ اقرار کیا، اس کا مال وجان اور عزت محفوظ ومامون ہو گئی؛ اور جس نے ایسا نہ کیا، اس کے مال وجان اور عزت کی کوئی حیثیت اور حرمت

نہیں۔ یہی وہ حقیقت تھی جس کو سمجھانے کے لیے انبیا و رسل آتے رہے؛ اور یہی وہ منہج تھا، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاربند رہے۔ آپ نے فرمایا تھا:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله فقد عصم منی نفسه وماله الا بحقه وحسابه علی الله (البخاری، رقم: 2727)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں؛ یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں؛ پس جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا، اس نے اپنی جان اور مال مجھ سے بچا لیے، سوائے حق کے، اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔"

حربی اور غیر حربی کافر کی بات کی جاتی ہے، لیکن اس ضمن میں واضح رہنا چاہیے کہ کافر کا اصلی حکم حربی ہی کا ہے، اور اس کی جان و مال اور عزت ایک مسلمان کے لیے حلال ہے؛ الا یہ کہ اس کا شرعی بنیادوں پر غیر حربی ہونا ثابت ہو جائے؛ چاہے یہ غیر حربی ہونا دار الاسلام سے کسی معاہدے کی وجہ سے ہو، یا مسلمانوں کی طرف سے امان دیے جانے کی وجہ سے ہو، یا پھر دار الاسلام کے تحت ان کے ذمی بن جانے کی صورت میں ہو، یا پھر اُن صورتوں میں سے کوئی ایک ہو، جن کی وجہ سے شریعت نے ان کو استثنا دیا ہوا ہو؛ جیسے: کفار کی عورتیں، بچے، بوڑھے وغیرہ۔ لیکن بعض صورتوں اور وجوہ کی بنیاد پر یہ استثنا بھی ختم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ: ان کفار کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں وغیرہ میں سے کسی کا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کسی بھی طرح شریک ہونا، یا پھر معاہدے کی خلاف ورزی کرنا، یا پھر شریعت کا استہزا، یا پھر ان کا دیگر کفار میں گڈ مڈ ہو جانا، یا کفار کا ان کو ڈھال بنا لینا، یا پھر معاملہ بالمثل کی وجہ سے؛ اس طرح کی صورتوں میں ان کی جان و مال کی حرمت بھی اٹھ جاتی ہے۔

آج کے دور میں اکثر کافر ممالک بالخصوص امریکہ اور اس کے مددگاروں کی صورت ایسی ہی ہے۔ ان کا حکم دار الحرب کا ہے؛ اس لیے ان کے خلاف ہر طرح کی لڑائی لڑنا جائز ہے؛ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے؛ آپ جنگجو ملکوں کے قافلوں کو روکتے؛ جیسا کہ آپ نے قریش کے قافلوں کو روکا؛ اور کافر ملکوں کے عوام کو ضرورت پڑنے پر ضمانت کے طور پر گروی رکھ لیتے؛ جیسا کہ آپ نے ثقیف کی طرف سے اپنے صحابہ کو قیدی بنائے جانے پر اس کے حلیف قبیلے بنو عقیل کے ایک آدمی کو قیدی بنا لیا تھا۔ لہٰذا برسرِ جنگ ملکوں کو نقصان پہنچانے سے منع کرنے والی شرعی حدود کا کوئی وجود نہیں، سوائے اس کے کہ اگر عورتیں، بچے، اور بوڑھے واضح طور پر پہچانے جاتے ہوں اور وہ جنگ و حملے میں دشمن کے مددگار بھی نہ ہوں، تو انھیں نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ آج کے دور میں امریکہ وسیع پیمانے پر مسلمانوں سے برسرِ جنگ ہے؛ یہ صرف ایک کافر ریاست ہی نہیں، کفر کا ایک عالمگیر نشان بن چکا ہے؛ لہٰذا اس کی شان شوکت توڑنے کے لیے جو بھی اقدام کیا جا سکتا ہو، اسے سرانجام دیا جانا چاہیے! امریکی بحر و بر میں، جہاں کہیں بھی ہو، اس کو قتل کر دینا چاہیے! کسی امریکی کو قتل کرنے کے لیے کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں! امریکہ یہود کے قبیلے بنو قریظہ ایسا ہے؛ امریکہ کے معاملے میں حکومت اور عام شہریوں، دونوں کو ہدف بنانا چاہیے! آج کے دور میں امریکہ اور امریکی لوگ "کفر کے امام" ہیں۔ جنگ کی آگ بھڑکانے والی حکومتوں کو ووٹ دینے والے امریکی عوام، کسی رعایت کے حق

دار نہیں ہیں؛ جو کوئی انہیں کسی بھی صورت ضرر پہنچاتا ہے، وہ امت کے لیے خیر خواہی کر رہا ہے!۔

بعض لوگ غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں کے موجود ہونے اور کافروں سے جنگ کی صورت میں ان کو نقصان پہنچنے کے اندیشے کے پیش نظر جنگ سے گریز کی بات کرتے ہیں؛ لیکن اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ جہاد از روئے شریعت قیامت تک جاری رہے گا؛ اور کبھی موقوف نہیں ہوگا۔ کافروں میں رہنے والے مسلمانوں کے موت کے گھاٹ اتر جانے کا نقصان اس سے بہت کم ہے کہ جہاد کو اس وقت تک معطل رکھا جائے، جب تک عالمِ کفر مسلمانوں سے خالی نہیں ہو جاتا۔ کافروں میں رہنے کی، مسلمانوں کو شریعت، اجازت ہی نہیں دیتی؛ احادیث وآثار اور فقہا کی تحقیقات سے واضح ہے کہ مسلمانوں کو کافروں سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے۔ اس شخص کو ملامت نہیں کرنی چاہیے، جو کفار کو قتل کرنے، اُنھیں مرعوب کرنے اور اُن کے ملکوں کو تباہ کرنے جیسے حکم شرعی پر عمل کرتا ہے؛ اور اس دوران وہاں موجود کچھ مسلمان قتل ہو جاتے ہیں؛ ملامت تو اسے کی جانی چاہیے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کی؛ نتیجتاً ان حملوں کا نشانہ بن گیا۔ یہ کیا منطق ہوئی کہ: اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لانے والا تو مجرم ہو، لیکن کفار کے درمیان رہنے سے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کا اظہار کیا، وہ ایسا مومن ٹھہرے جس کے خون اور امن وامان کی حفاظت واجب ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے:

انا بریء من کل مسلم یقیم بین اظهر المشرکین (سنن ترمذی، رقم:1530، سنن ابی داود: رقم 2274)

"میں ہر اُس مسلمان سے بری ہوں، جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔"

حضرت سمرہ بن جندب سے مروی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تساکنوا المشرکین ولا تجامعوهم فمن ساکنهم او جامعهم فهو مثلهم (سنن ترمذی، رقم:1530)

"مشرکوں کے ساتھ رہائش اختیار نہ کرو! اور نہ اُن کے ساتھ اکٹھے ہو!؛ جو کوئی اُن کے ساتھ رہتا ہے، یا اُن کے ساتھ اختلاط کرتا ہے، وہ اُنھی کی مانند ہے!"

حافظ شمس الدین ابن القیم نے "عون المعبود" کے حاشیے میں فرمایا:

لا یقبل الله من مشرك بعد ما یسلم عملا او یفارق المشرکین الی المسلمین (عون المعبود، رقم الحدیث:2274)

"اللہ کسی مشرک کے اسلام لانے کے بعد کوئی عمل اُس وقت تک قبول نہیں کرتا، جب تک وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں نہیں آ جاتا۔"

آج جو مسلمان بھی کفار کے عالمی اقتصادی، عسکری، انتظامی اور تجارتی مراکز میں کام کرتے ہیں، کفار کے خلاف کارروائی کے دوران، چونکہ ان کو الگ شناخت نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ان کے ساتھ کفار کے شرکائے کار افراد کا سا معاملہ کیا جائے گا؛ اگرچہ ان کا اخروی معاملہ مختلف ہے۔ اس کی دلیل صحیحین وغیرہ میں حضرت عائشہ کی وہ روایت ہے، جس میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العجب ان ناسا من امتی یومون بالبیت برجل من قریش قد لجا بالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بھم فقلنا یا رسول اللہ ان الطریق قد یجمع الناس قال نعم فیھم المستبصر والمجبور وابن السبیل یھلکون مھلکا واحدا ویصدرون مصادر شتی یبعثھم اللہ علی نیاتھم (مسلم، رقم:5134)

"تعجب ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ کے گھر میں پناہ لیے ہوئے، قریش کے ایک آدمی پر حملے کے لیے اس گھر کی طرف آئیں گے، حتی کہ جب وہ ایک صحرا پر پہنچیں گے تو اُنہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! راستے سے بھی لوگ اکھٹے ہو جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: جی ہاں! ان میں جاننے بوجھنے والا بھی ہوگا اور مجبور بھی ومسافر بھی، سب کو ایک ہی طریقے پر ہلاک کر دیا جائے گا، مگر وہ مختلف طریقوں سے اُٹھائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ، اُنہیں اُن کی نیتوں پر اُٹھائے گا۔"

ابنِ حجر نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

قال المھلب: فی ھذا الحدیث ان من کثر سواد قوم فی المعصیة مختارا فان العقوبة تلزمه معھم، قال: واستنبط منه مالك عقوبة من یجالس شربة الخمر وان لم یشرب (فتح الباری لابن حجر، رقم الحدیث:1975)

"امام المہلب نے فرمایا: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو معصیت میں کسی قوم کی تعداد میں، خود مختاری میں اضافہ کرتا ہے، تو بلاشبہ اُن کے ساتھ اس پر بھی سزا لازم ہوتی ہے، اور کہا: امام مالک نے اس سے، اُس شخص کی سزا پر استدلال کیا ہے، جو شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھتا ہے؛ اگرچہ اُس نے شراب نہیں پی ہوتی۔"

امام احمد کی کتاب الزہد میں ابن دینار سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی:

قل لقومك لا تدخلوا مداخل اعدائی ولا تلبسوا ملابس اعدائی ولا ترکبوا مراکب اعدائی فتکونوا اعدائی کما ھم اعدائی۔

"اپنی قوم سے کہیے!: میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہ میں داخل نہ ہو؛ اور نہ میرے دشمنوں والا لباس پہنو، اور نہ میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار ہو، ورنہ تم میرے اُسی طرح دشمن ہو جاؤ گے، جیسے وہ میرے دشمن ہیں۔"